اسی مقالہ کو دیکھ کر شور مچایا جا سکتا تھا کہ مولانا دین کو دین کی حیثیت سے نہیں بلکہ تمدن کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں اور عنقریب مجدّد مأۃ حاضرہ ہونے کا دعویٰ کرنے والے ہیں۔

**ایمان** جناب مولانا سید سلیمان ندوی ضخامت ۴۲ صفحات۔ قیمت ۲ر۔ انجمن اسلامی تاریخ و تمدن، مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ۔

یہ مقالہ بھی انجمن اسلامی تاریخ و تمدن کی دعوت پر علی گڈھ میں پڑھا گیا تھا۔ اس میں مولانا نے بڑی خوبی کے ساتھ پہلے یہ بتایا ہے کہ جماعتوں، قوموں اور ملتوں کا عروج و انتشار دراصل کسی عقیدے یا تخیل یہ ایمان کا رہین منت ہوتا ہے۔ اسی ایمان پر انکی پوری زندگی کی عمارت قائم ہوتی ہے، اسی کے استحکام پر انکی تعمیر حیات کا استحکام موقوف ہوتا ہے اور اسی کے ضعف سے انکے نظام ہستی کی بندشیں ڈھیلی ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ فرماتے ہیں کہ "کسی قوم و ملت کی اس تعمیری حقیقت سے با خبر رہنا صرف اسلیے ضروری نہیں ہے کہ وہ ہے اور وہ اس سے بنی ہے بلکہ اسلیے بھی ضروری ہے کہ اسکی تجدید و اصلاح کی جب کبھی ضرورت پیش آئے تو اس حقیقت کا واقف کار اسی کے ذریعہ سے اسکی تجدید و مرمت کرے"۔ اسکے بعد مولانا نے یہ بتایا ہے کہ ملت اسلامیہ کی تعمیری حقیقت توحید الٰہی اور رسالت محمدی پر ایمان ہے۔ اس بنیادِ تعمیر سے قطع نظر کر کے اسکی تجدید کی جتنی کوششیں کی جائینگی بیکار ہونگی۔ وہ فرماتے ہیں کہ "مسلمانوں میں اسلامی حکومت کے زوال کے بعد سے آج تک بیسیوں تحریکیں مسلمانوں کی تجدید اور نشاۃ ثانیہ کے نام سے اٹھیں اور پھیلیں، مگر جو کامیابی مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی تحریک[1] کو حاصل ہوئی اور اس نے مسلمانوں کی ذہنی و عملی قویٰ کے بیدار کرنے میں جو عظیم الشان کام کیا اسکی صرف یہی وجہ تھی کہ وہ تجدید اسلام کے اصل و اساس، نظام حقیقی کو سامنے رکھ کر شروع کی گئی تھی"۔ آگے چل کر مولانا نے مختلف قوموں اور ملتوں کے اساسی عقائد کا جائزہ لے کر بتایا ہے کہ اسلامی عقائد کے سوا کوئی دوسرا عقیدہ ایسا نہیں ہے جسکی بنیاد پر کسی عالمگیر اور صالح نظام تمدن کی بنیاد قائم ہو سکتی

[1] یہ مولانا کے اپنے الفاظ ہیں۔ کیا مولانا اسمٰعیل شہید بھی انہی متکلمین میں سے تھے جنہوں نے اسلام ایک تحریک کا نام رکھ کر سارے مسائل سمجھانے کی کوشش کی ہے؟

ہو۔ پھر وہ ایمان اور عمل کے تعلق پر بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہر تحریک اور ہر جماعت کے لیے ناگزیر ہے کہ اپنے اساسی عقیدہ کو ہر دوسری چیز سے بڑھ کر اہمیت دے۔ "اگر اس میں اصول و عقیدہ پر ایمان کا مطالبہ کیے بغیر ہر کس و ناکس کو داخلہ کی اجازت دیدی جائے تو اس مستحکم دیوار میں یقیناً رخنے پڑ جائینگے" درحقیقت یہ پورا مقالہ اس لائق ہے کہ اسکا نہایت غور سے مطالعہ کیا جائے۔

اس کے آغاز میں بھی مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کی تقریظ ہے جس میں یہ تمنا ظاہر کی گئی ہے کہ خدائے برتر "ہماری مسلم یونیورسٹی کے کارآمد اور رکارکن اجزاء و اعضاء کو اس مقدس پیغام کا علماً حامل، عملاً قابل اور قولاً سچا داعی بنادے"۔ بہتر ہوتا کہ صاحب تقریظ اس مقدس تمنا کا اظہار کرنے کے ساتھ اپنے مخاطب نوجوانوں کو اس تلخ حقیقت پر بھی متنبہ فرما دیتے کہ اگر کہیں واقعی یہ حرکت کرنے پر تم آمادہ ہو گئے تو سب سے پہلے وہی لوگ تمہیں فتنہ ثابت کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہونگے جو یہ بیش قیمت مقالے تمہیں سنایا کرتے ہیں۔ عافیت چاہتے ہو تو ان مقالوں کو سنو اور بس اسلام کی نظری کرامات پر سر دھن کر اپنے اپنی کاموں میں لگ جاؤ جو دنیا میں ہو رہے ہیں۔

فردوس گم گشتہ | جناب چودھری غلام احمد صاحب پرویز۔ ضخامت ۴۴ صفحات۔ قیمت ۲/ - انجمن اسلامی تاریخ و تمدن، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

یہ مقالہ بھی انجمن کی دعوت پر علی گڑھ میں پڑھا گیا تھا۔ اس میں چودھری صاحب نے اسلام کے تین عناصر ترکیبی یعنی ضابطہ قوانین الٰہیہ، اسکو نافذ کرنے والی طاقت، اور ان دونوں کی حامل جماعت مومنین کے غیر منفک اور لازمی تعلق پر زور دیتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ پہلا عنصر تو الحمدللہ موجود ہے، مگر باقی دو عنصر تقریباً مفقود ہیں، اور یہی ہماری وہ فردوس گم گشتہ ہے جسے حاصل کرنے کے لیے ہمیں مردانہ وار کوشش کرنی چاہیے۔ ۲۱ صفحوں تک مقالہ پورے زور کے ساتھ اسی مضمون کو لیے ہوئے چلتا ہے یہاں تک کہ آخر میں پہنچ کر بات اس پر ختم ہوتی ہے کہ اپنی اس گم گشتہ فردوس کی طرف ہم پیاسے کی سی بے تابی